

**Journal of Religion & Society (JR&S)**

Available Online:

<https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index>

Print ISSN: 3006-1296 Online ISSN: 3006-130X

Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)

**The Contemporary International Legal Framework and Islamic Jurisprudence of Minorities (*Fiqh al-Aqalliyat*): A Comparative and Analytical Study of Migrant Women's Rights**

معاصر بین الاقوامی قانونی ڈھانچہ اور اسلامی فقہ الاقلیات: تارکین وطن خواتین کے حقوق کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

**Rubeena Shaheen**

Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, International Riphah University  
(Faisalabad Campus)

[rshaheen016@gmail.com](mailto:rshaheen016@gmail.com)

**Dr. Muhammad Amjad Khan**

Department of Islamic Studies International Riphah University (Faisalabad Campus)

[muhammadamjadkhan22@gmail.com](mailto:muhammadamjadkhan22@gmail.com)

**Dr. Hafiz Amjid Hussain**

Department of Islamic Studies, International Riphah University (Faisalabad Campus)

[hafizamjad209@gmail.com](mailto:hafizamjad209@gmail.com)

**Abstract**

*This study provides a comparative and analytical examination of migrant women's rights by navigating the intersection between the contemporary international legal framework and Islamic jurisprudence of minorities (*Fiqh al-Aqalliyat*). Migrant women frequently face layered vulnerabilities, including gender-based discrimination, economic exploitation, and cultural displacement, which require robust legal protections. International human rights instruments, such as the Convention on the Elimination of All Forms of Discrimination against Women (CEDAW), offer a globalized secular framework to safeguard these rights. Concurrently, *Fiqh al-Aqalliyat* serves as an evolving Islamic legal paradigm designed to assist Muslim minorities living in non-Muslim majority states, balances religious preservation with civic integration. By analyzing both legal traditions, this paper explores how classical Islamic jurisprudence adapts to modern human rights standards regarding female migration, employment, and familial security. The research identifies significant points of convergence, where both frameworks champion human dignity and protection from harm (*Dharar*), alongside areas of structural tension concerning personal status laws. Ultimately, the study argues that harmonizing international legal protections with context-sensitive Islamic jurisprudence can create a more inclusive, culturally resonant safety net, ensuring that migrant women can successfully preserve their religious identity while fully exercising their fundamental human rights.*

**Keywords:** Migrant Women's Rights: *Fiqh al-Aqalliyat*, International Law, CEDAW, Comparative Legal Analysis

مقدمہ (Introduction)

معاصر علمی و قانونی دنیا میں تارکین وطن مسلم خواتین کے حقوق کا تحفظ ایک ایسا حساس اور کثیر الجہتی موضوع بن چکا ہے جو بیک وقت عالمی قوانین اور اسلامی اصولوں کے تقاضوں کو یکجا کرتا ہے۔ بیسویں صدی کے اواخر اور اکیسویں صدی کے آغاز میں جغرافیائی، معاشی اور سیاسی

وجوہات کی بنا پر مسلم آبادیوں کی غیر مسلم ممالک کی طرف بڑے پیمانے پر ہجرت نے اقلیتی تناظر میں ایک نئے قانونی فریم ورک کی ضرورت کو جنم دیا ہے۔ اس ضمن میں بین الاقوامی قانونی ڈھانچہ جہاں ایک طرف انسانی حقوق کے آفاقی اصولوں، جیسے کہ صنف کی بنیاد پر عدم امتیاز اور بنیادی انسانی وقار کی فراہمی پر زور دیتا ہے، وہیں دوسری طرف اسلامی شریعت کا معاصر رجحان جسے فقہ الاقلیات کہا جاتا ہے، غیر مسلم معاشروں میں مقیم مسلمانوں کے حقوق و فرائض کا احاطہ کرتا ہے (غازی، 2011)۔ تارکین و وطن خواتین کے حقوق کا تحفظ محض ایک قانونی بحث نہیں ہے بلکہ یہ ان خواتین کی سماجی بقا، مذہبی شناخت اور روزمرہ زندگی کے استحکام سے جڑا ہوا ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ عالمی سطح پر خواتین کے حقوق کے حوالے سے قائم کونٹرز اور شریعت کے اعلیٰ مقاصد یعنی مقاصد الشریعہ کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنا موجودہ دور کا ایک اہم ترین علمی چیلنج ہے (عمری، 2021)۔ معاصر دنیا میں تارکین و وطن خواتین کو بین الاقوامی قوانین کے تحت حاصل شہری و قانونی حقوق اور ان کے اپنے عقیدے کے مطابق حاصل شرعی اختیارات کے درمیان تعلق کو سمجھنا اس لیے بھی ناگزیر ہو چکا ہے کیونکہ یہ خواتین بیک وقت دو مختلف تہذیبی اور قانونی دائروں میں زندگی بسر کرتی ہیں۔ اسلامی قانون کا متحرک پن اور اس کی اجتہادی صلاحیت ہمیشہ سے اقلیتی ماحول میں رہنے والے افراد کی رہنمائی کرتی آئی ہے، لیکن معاصر فقہ الاقلیات نے اس تفہیم کو ایک باقاعدہ جدید علمی ڈسپلن کی شکل دی ہے جس کا مقصد مسلم اقلیتوں کو اپنے میزبان ممالک کے قوانین کا احترام کرتے ہوئے ایک اچھا شہری اور سچا مسلمان بننے میں مدد فراہم کرنا ہے (فلاحی، 2019)۔ لہذا، اس موضوع کا گہرا علمی تعارف ہمیں اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ تارکین و وطن خواتین کے مسائل کو صرف کسی ایک روایتی قانون کی عینک سے نہیں دیکھا جاسکتا بلکہ اس کے لیے ایک وسیع تر تقابلی تفہیم کی ضرورت ہے۔

غیر مسلم ممالک میں مستقل یا عارضی طور پر آباد ہونے والی مسلم تارکین و وطن خواتین کو روزمرہ زندگی میں شدید قانونی، سماجی اور مذہبی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اکثر ان کی شناخت اور حقوق کو متاثر کرتے ہیں۔ ان ممالک کے مقامی عائلی قوانین اور اسلامی شریعت کے عائلی نظام، جیسے کہ نکاح، طلاق، نفقہ اور بچوں کی حضانت یعنی تحویل کے معاملات میں پائے جانے والے واضح تضادات ان خواتین کے لیے ایک بڑی قانونی الجھن کا باعث بنتے ہیں (ظفر، 2020)۔ بہت سی تارکین و وطن خواتین کو مغربی عدالتوں کے فیصلوں اور اپنے روایتی مذہبی قوانین کے مابین توازن قائم کرنے میں شدید مشکلات پیش آتی ہیں، جس کے نتیجے میں وہ بسا اوقات سماجی تنہائی یا قانونی تحفظ سے محروم کا شکار ہو جاتی ہیں۔ سماجی طور پر ان خواتین کو نسل پرستی، مسلم مخالف جذبات یعنی اسلاموفوبیا اور حجاب یا دیگر مذہبی علامات کے استعمال پر مختلف پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ان کے کام کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کے حقوق کو براہ راست متاثر کرتی ہیں (نعمانی، 2022)۔ مذہبی چیلنجز کے دائرے میں یہ مسئلہ سب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے کہ وہ کس طرح ایک ایسے معاشرے میں اپنی اسلامی اقدار کو برقرار رکھیں جہاں کا خاندانی ڈھانچہ اور معاشرتی اصول روایتی اسلامی قوانین سے یکسر مختلف ہیں۔ ان کثیر الجہتی مسائل کا گہرا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدے اپنے تمام تر دعوؤں کے باوجود مسلم اقلیتی خواتین کو ان کے مخصوص مذہبی اور ثقافتی تناظر میں مکمل تحفظ دینے میں اکثر ناکام رہتے ہیں (اصلاحی، 2018)۔ اس طرح کی قانونی اور سماجی کشمکش خواتین کو ایک ایسی نفسیاتی اور معاشی عدم استحکام کی صورت حال میں دھکیل دیتی ہے جہاں وہ خود کو دونوں نظاموں کے درمیان معلق محسوس کرتی ہیں۔ ان چیلنجز کا باقاعدہ ادراک اور ان کا سائنسی بنیادوں پر تجزیہ کرنا اس لیے ضروری ہے تاکہ مسلم خواتین کے بنیادی انسانی حقوق کو مجروح کیے بغیر ان کے مذہبی تشخص کا تحفظ کیا جاسکے۔

موجودہ تناظر میں اس تحقیق کی اہمیت انتہائی کلیدی ہے کیونکہ یہ معاصر بین الاقوامی قوانین اور اسلامی اصولوں کے درمیان موجود ہم آہنگی کے پہلوؤں اور بنیادی تضادات کو علمی سطح پر واضح کرتی ہے۔ یہ مقالہ اس لیے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ مسلم مفکرین بالخصوص فقہ الاقلیات کے

بانیوں کے افکار کی روشنی میں خواتین کے حقوق کی جدید تشریح کا ایک نیا راستہ دکھاتا ہے (قرضاوی، 2015)۔ عالمی سطح پر بدلتے ہوئے سیاسی اور سماجی منظر نامے میں جہاں مسلم اقلیتوں کے حقوق پر بحث تیز ہو رہی ہے، یہ تحقیق بین الاقوامی اداروں اور اسلامی فقہاء کے مابین مکالمے کے لیے ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کرنے کا سبب بنے گی۔ اس مطالعے کے ذریعے یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ اسلامی شریعت کے لچکدار اصول کس طرح معاصر عالمی قوانین کے ساتھ مل کر تارکین وطن خواتین کے سماجی و معاشی حقوق کو بہتر بنا سکتے ہیں (بحر العلوم، 2023)۔ محققین اور قانونی ماہرین کے لیے یہ تحقیق اس وجہ سے بھی ارفع ہے کیونکہ یہ ان مخصوص دائروں کی نشاندہی کرتی ہے جہاں دونوں قانونی نظام انسانی وقار اور انصاف کی فراہمی کے لیے ایک ہی نقطے پر جمع ہوتے ہیں۔ مزید برآں، یہ مطالعہ مسلم اقلیتی معاشروں میں خواتین کے خلاف ہونے والے امتیازی سلوک کے خاتمے اور ان کے قانونی و خاندانی مسائل کے حل کے لیے نئی اجتہادی راہیں متعین کرنے میں معاون ثابت ہوگا (عثمانی، 2017)۔ اس تحقیق کے نتائج نہ صرف تعلیمی اور تحقیقی حلقوں کے لیے سود مند ہوں گے بلکہ یہ پالیسی سازوں کو ایسے قوانین وضع کرنے میں بھی رہنمائی فراہم کریں گے جو مسلم خواتین کی مذہبی آزادی اور شہری حقوق دونوں کا بیک وقت احترام کرتے ہوں۔ حاصل کلام یہ کہ اس تقابلی مطالعے کی اہمیت مسلم خواتین کے حقوق کو معاصر دنیا کے چیلنجز کے مطابق محفوظ بنانے اور دونوں نظاموں کے مثبت پہلوؤں سے فائدہ اٹھانے میں پنہاں ہے۔

سابقہ تحقیقی مطالعہ

بین الاقوامی قوانین اور عالمی معاہدوں کے دائرہ کار میں تارکین وطن اور خواتین کے حقوق پر اب تک ہونے والا علمی کام زیادہ تر سیکولر اور مغربی قانونی اصولوں کے گرد گھومتا ہے۔ متعدد قانونی ماہرین نے اقوام متحدہ کے چارٹر اور خواتین کے خلاف ہر قسم کے تعصب کے خاتمے کے کنونشن یعنی سیدو کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عالمی مروجہ قوانین تارکین وطن خواتین کو صنف اور قومیت کی بنیاد پر ہونے والے دباؤ سے نکلنے کے لیے ایک جامع اخلاقی اور قانونی بنیاد فراہم کرتے ہیں (بحر العلوم، 2023)۔ ان مطالعات میں عام طور پر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ بین الاقوامی انسانی حقوق کے دائرے میں تارکین وطن خواتین کو تعلیم، روزگار، اور صحت کی یکساں سہولیات ملنی چاہئیں، قطع نظر اس کے کہ ان کا مذہبی یا ثقافتی پس منظر کیا ہے۔ تاہم، سابقہ لٹریچر کا ایک بڑا حصہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ عالمی سطح پر موجود یہ معاہدے اس وقت اپنی افادیت کھو دیتے ہیں جب ان کا نفاذ ایسے معاشروں میں ہوتا ہے جہاں مقامی عائلی اور ثقافتی قوانین زیادہ اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ محققین نے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ بین الاقوامی قوانین میں تارکین وطن خواتین کے حقوق کو محض معاشی اور افرادی قوت کے زاویے سے دیکھا گیا ہے، جس کی وجہ سے ان خواتین کی مخصوص مذہبی اور عائلی ضروریات کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے (ظفر، 2020)۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی مروجہ قوانین کا موجودہ فریم ورک تارکین وطن مسلم خواتین کے حقوق کو ان کے عقیدے اور تشخص کے ساتھ مربوط کرنے میں مکمل طور پر کامیاب نظر نہیں آتا، جس پر عالمی قانونی لٹریچر میں مسلسل تنقید کی جا رہی ہے۔

دوسری طرف، اسلامی فقہی سرمائے اور بالخصوص معاصر فقہ الاقلیات کے میدان میں مسلم اقلیتوں، خصوصاً خواتین کے حقوق پر ایک اہم علمی متبادل سامنے آیا ہے۔ جدید مسلم فقہاء نے غیر مسلم ممالک میں مقیم مسلمانوں کے خاندانی، معاشی اور سماجی مسائل کو حل کرنے کے لیے اجتہاد کا سہارا لیتے ہوئے شریعت کی لچک کو ثابت کیا ہے (قرضاوی، 2015)۔ اس سلسلے میں ہونے والی تحقیقات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایتی فقہ کے برعکس، فقہ الاقلیات کا پورا ڈھانچہ ہی سہولت، ضرورت، اور رافع حرج یعنی مصلحت کے اصولوں پر قائم ہے تاکہ اقلیتی ماحول میں رہنے والی مسلم خواتین اپنے ایمان کے تحفظ کے ساتھ ساتھ میزبان ملک کے قوانین کے دائرے میں پر امن زندگی گزار سکیں۔ علمی لٹریچر میں مسلم خواتین کے

عالمی حقوق، جیسے کہ مسلمہ خاتون کا غیر مسلم عدالت سے طلاق حاصل کرنا یا خلع کے معاملات پر عصری فتاویٰ کا تفصیلی احاطہ کیا گیا ہے تاکہ انہیں معلق رہنے سے بچایا جاسکے (عثمانی، 2017)۔ فقہاء نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ شریعت اسلامیہ اقلیتی تناظر میں خواتین کو معاشی خود مختاری اور سماجی تحفظ کی مکمل آزادی دیتی ہے، بشرطیکہ وہ بنیادی اسلامی شعائر اور اخلاقی حدود کے دائرے میں ہو (عمری، 2021)۔ اس طرح، اسلامی علمی کام یہ ظاہر کرتا ہے کہ شریعت کے مقاصد ہمیشہ انسانی جان، مال، اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں، اور معاصر فتاویٰ کا رجحان مسلم خواتین کو مظلومیت کی حالت سے نکال کر ایک فعال اور باوقار سماجی رکن بنانے کی طرف ہے۔

سابقہ علمی ذخیرے کا گہرا اور تنقیدی جائزہ لینے سے ایک واضح تحقیقی خلا یعنی ریسرچ گپ سامنے آتا ہے، جو اس موضوع کی حساسیت کے باوجود معاصر متبادلات میں مفقود ہے۔ اب تک جتنا بھی کام ہوا ہے وہ یا تو خالصتاً بین الاقوامی قوانین کے نکتہ نظر سے ہے یا پھر مکمل طور پر روایتی اسلامی فقہ کے دائرے میں محدود ہے، جبکہ ان دونوں نظاموں کا براہ راست تقابلی اور تجرباتی مطالعہ بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے (اصلاحی، 2018)۔ لٹریچر میں یہ خلا اس وقت اور زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے جب ہم تارکین وطن مسلم خواتین کو درپیش عملی پیچیدگیوں کو دیکھتے ہیں، جہاں وہ بیک وقت بین الاقوامی انسانی حقوق کے دعووں اور اپنے مقامی شرعی قوانین کے مابین پس رہی ہوتی ہیں۔ موجودہ لٹریچر اس الجھن کو سلجھانے میں ناکام رہا ہے کہ جب کسی مغربی ملک کا عالمی قانون کسی مسلم خاتون کو ایسے حقوق دیتا ہے جو اس کے روایتی شرعی قانون سے متصادم ہوں، تو ایسی صورت میں فقہ الاقلیات کا اصول کس حد تک اس قانون کے ساتھ مفاہمت یا متبادل راستہ پیدا کر سکتا ہے (فلاحی، 2019)۔ زیادہ تر مروجہ لٹریچر نظریاتی مباحث تک محدود ہے اور اس میں ان دونوں متوازی قانونی نظاموں کے درمیان عملی ہم آہنگی پیدا کرنے کا کوئی جامع اور سائنسی فریم ورک موجود نہیں ہے۔ یہ علمی خلا تارکین وطن خواتین کو ایک ایسے قانونی تعطل میں ڈال دیتا ہے جہاں وہ خود کو کسی بھی نظام کے تحت مکمل طور پر محفوظ محسوس نہیں کر پاتیں۔

یہ مقالہ موجودہ لٹریچر میں پائے جانے والے اسی بنیادی خلا کو پُر کرنے کے لیے ایک مضبوط اور جامع علمی کوشش کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد معاصر بین الاقوامی قانونی ڈھانچے اور اسلامی فقہ الاقلیات کا ایک غیر جانبدارانہ، تقابلی اور تفصیلی تجزیہ پیش کرنا ہے تاکہ دونوں نظاموں کے درمیان مشترکہ اور اختلافی نکات کو واضح کیا جاسکے (غازی، 2011)۔ یہ مقالہ محض نظریاتی بحث کرنے کے بجائے تارکین وطن خواتین کے روزمرہ کے حقیقی مسائل، جیسے کہ نکاح و طلاق کی رجسٹریشن، ملازمت کے حقوق، اور مذہبی آزادی کے مظاہر کو سامنے رکھ کر دونوں قوانین کی افادیت کا جائزہ لے گا۔ اس مطالعے کے ذریعے ایک ایسا متوازن قانونی اور شرعی حل وضع کرنے کی کوشش کی جائے گی جو مسلم اقلیتی خواتین کو اپنے مذہبی تشخص پر سمجھوتہ کیے بغیر بین الاقوامی قوانین کے تحت حاصل تحفظات سے فائدہ اٹھانے کے قابل بنائے (نعمانی، 2022)۔ یوں یہ تحقیق نہ صرف بین الاقوامی قانون کے ماہرین کو اسلامی قانون کی لچک اور وسعت سے روشناس کروائے گی، بلکہ مسلم فقہاء اور اقلیتی کونسلوں کو بھی جدید عالمی چیلنجز کے مطابق فیصلے کرنے کے لیے ایک ٹھوس علمی اور دستاویزی بنیاد فراہم کرے گی۔ حاصل کلام یہ کہ یہ مقالہ تارکین وطن خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے دونوں نظاموں کے مثبت پہلوؤں کو یکجا کر کے علمی دنیا میں ایک اہم اور تعمیری اضافہ ثابت ہو گا۔

### مقاصد تحقیق (Research Objectives)

- تارکین وطن خواتین کے حقوق سے متعلق بین الاقوامی قانونی ڈھانچے کا تجزیہ کرنا۔
- معاصر فقہ الاقلیات میں مسلم خواتین (بطور اقلیت) کے حقوق کے دائرہ کار کو واضح کرنا۔

• دونوں نظاموں کے درمیان مشترکات اور تضادات کی نشاندہی کرتے ہوئے ایک تقابلی مطالعہ پیش کرنا۔

### معاصر بین الاقوامی قانونی ڈھانچہ اور تارکین وطن خواتین

معاصر عالمی منظر نامے میں تارکین وطن خواتین کے حقوق کا تحفظ بین الاقوامی قانون کے بنیادی ستونوں اور مختلف کثیر الجہتی عالمی معاہدوں پر استوار ہے۔ اقوام متحدہ کا آفاقی منشور برائے انسانی حقوق اس قانونی ڈھانچے کی پہلی اینٹ ہے جو بغیر کسی صنف، رنگ، نسل اور قومیت کے امتیاز کے تمام انسانوں کے برابر وقار اور آزادی کا اعلان کرتا ہے۔ اسی بنیادی تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے خواتین کے خلاف ہر قسم کے تعصب کے خاتمے کا کنونشن جسے عالمی سطح پر سیڈو کے نام سے جانا جاتا ہے، ریاستوں کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ تارکین وطن خواتین کو ان کے میزبان ممالک میں یکساں حقوق کی فراہمی قانونی طور پر یقینی بنائیں (صدیقی، 2019)۔ مزید برآں، اقوام متحدہ کا تارکین وطن مزدوروں اور ان کے خاندان کے ارکان کے حقوق کے تحفظ کا بین الاقوامی کنونشن ان مخصوص حالات کا احاطہ کرتا ہے جن سے ایک ہجرت کرنے والی خاتون کو گزرنا پڑتا ہے۔ یہ تمام عالمی دستاویزات مشترک طور پر ایک ایسا جامع حفاظتی حصار قائم کرتی ہیں جس کا مقصد سرحدوں کے آر پار انسانی آبادیوں کی منتقلی کے دوران خواتین کو ہر قسم کے استحصال سے بچانا ہے (خان، 2021)۔ بین الاقوامی برادری نے ان معاہدوں کے ذریعے ایک ایسا عالمی ضابطہ اخلاق وضع کرنے کی کوشش کی ہے جہاں تارکین وطن خواتین محض معاشی ہجرت کا مہرہ بن کر نہ رہ جائیں بلکہ انہیں ایک باوقار انسانی اکائی کے طور پر تسلیم کیا جائے جس کے حقوق کی پاسداری تمام دستخط کنندہ ممالک پر قانونی طور پر لازم ہوتی ہے۔

بین الاقوامی قانونی ڈھانچے کے تحت تارکین وطن خواتین کو ملازمت، تعلیم، صحت اور سماجی تحفظ کے شعبوں میں واضح اور غیر مبہم تحفظات فراہم کیے گئے ہیں۔ عالمی قوانین کے مطابق کسی بھی تارکین وطن خاتون کو ملازمت کے دوران مساوی اجرت، محفوظ ماحول اور صنف کی بنیاد پر ہر انسانی سے تحفظ کا قانونی حق حاصل ہے تاکہ وہ معاشی طور پر مستحکم ہو سکے (گیلانی، 2016)۔ تعلیم کے میدان میں یہ قوانین میزبان ریاستوں پر یہ ذمہ داری عائد کرتے ہیں کہ وہ تارکین وطن خواتین اور ان کی بچیوں کے لیے تعلیمی اداروں کے دروازے بلا تفریق کھلے رکھیں تاکہ وہ معاشرے کا ایک باشعور حصہ بن سکیں۔ صحت کے حوالے سے بین الاقوامی معاہدے بنیادی اور ہنگامی طبی سہولیات تک رسائی کو ہر انسان کا ناگزیر حق قرار دیتے ہیں جس میں تارکین وطن خواتین کی مخصوص جسمانی اور زچگی سے متعلق ضروریات کا خاص خیال رکھا گیا ہے (رضوی، 2023)۔ سماجی تحفظ کے دائرے میں یہ قوانین ان خواتین کو مختلف قسم کے سماجی و ظائف، پینشن اسکیموں اور بے روزگاری کے ایام میں ریاستی امداد کا حقدار ٹھہراتے ہیں تاکہ وہ کسی بھی ناگہانی صورتحال میں لاشعور نہ ہوں۔ ان تمام قانونی ضمانتوں کا مقصد یہ ہے کہ تارکین وطن خواتین کو مقامی شہریوں کے برابر حقوق دے کر انہیں معاشرے کے دھارے میں شامل کیا جائے اور ان کی معاشی و سماجی تنہائی کا خاتمہ ممکن بنایا جاسکے۔

عالمی سطح پر اتنے وسیع اور جامع قوانین کی موجودگی کے باوجود تارکین وطن خواتین کو عملی میدان میں شدید نوعیت کے امتیازی سلوک اور نفاذ قانون کی کمزوریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بہت سے ممالک میں بین الاقوامی کنونشنز پر دستخط تو کر دیے جاتے ہیں لیکن ان کو مقامی سطح پر نافذ کرنے کے لیے ضروری قانون سازی اور انتظامی ڈھانچے کی شدید قلت پائی جاتی ہے (اقبال، 2022)۔ عملی طور پر تارکین وطن خواتین کو زبان کی رکاوٹ، قانونی لاعلمی اور بیوروکریسی کے پیچیدہ نظام کی وجہ سے اپنے جائز حقوق حاصل کرنے میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا فائدہ اکثر غیر قانونی کارپوریٹ مالکان اٹھاتے ہیں۔ ملازمت کے بازار میں ان خواتین کو مقامی لیبر قوانین کے دائرے سے باہر رکھ کر کم اجرت پر کام کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور ان کے سماجی تحفظ کے کارڈز کا اجراء، جان بوجھ کر تاخیر کا شکار بنایا جاتا ہے (شاہ، 2018)۔ نفاذ قانون کے اداروں کی

یہ کمزوری تارکین وطن خواتین کو ایک ایسے غیر محفوظ طبقے میں تبدیل کر دیتی ہے جو کسی بھی قسم کے استحصال کے خلاف آواز اٹھانے سے اس لیے کتراتا ہے کیونکہ انہیں ملک سے بے دخلی یا قانونی گرفتاری کا خوف دامن گیر رہتا ہے۔ یوں کاغذی سطح پر موجود بین الاقوامی حقوق اور زمین پر موجود تلخ حقائق کے مابین ایک بہت بڑا تضاد ابھر کر سامنے آتا ہے جو عالمی برادری کے دعووں پر سوالیہ نشان کھڑا کرتا ہے۔

ان کثیر الجہتی عملی چیلنجز کا گہرا اور تنقیدی تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ صرف بین الاقوامی قوانین بنانا کافی نہیں ہے بلکہ ان کے نفاذ کے لیے ریاستوں کی مخلصانہ نیت اور عالمی مانیٹرنگ کا نظام مضبوط ہونا بے حد ضروری ہے۔ تارکین وطن خواتین کے حقوق کا تحفظ اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتا جب تک میزبان ممالک اپنے مقامی امیگریشن قوانین کو بین الاقوامی انسانی حقوق کے اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ نہیں کرتے (رحمان، 2025)۔ نفاذ قانون کی کمزوریوں کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تارکین وطن خواتین کو مفت قانونی امداد فراہم کی جائے اور ایسے سیل قائم کیے جائیں جہاں وہ بغیر کسی خوف کے اپنے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک کی شکایت درج کروا سکیں۔ موجودہ دور میں تارکین وطن خواتین کے مسائل کو حل کرنے کے لیے بین الاقوامی اداروں اور سول سوسائٹی کے مابین مشترکہ تعاون کو فروغ دینا ہوگا تاکہ قوانین کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھانے والے عناصر کا سدباب کیا جاسکے (فاطمہ، 2024)۔ حاصل کلام یہ کہ معاصر بین الاقوامی قانونی ڈھانچہ اگرچہ تارکین وطن خواتین کو ایک مضبوط نظریاتی تحفظ فراہم کرتا ہے لیکن اس کی اصل افادیت اس وقت تک ادھوری رہے گی جب تک عالمی برادری نفاذ کے نظام کو شفاف اور ہر قسم کے سیاسی و قومی تعصبات سے پاک نہیں کر لیتی۔

### اسلامی فقہ اقلیات اور خواتین کے حقوق

معاصر اسلامی قانون کے دائرے میں فقہ اقلیات کا تصور غیر مسلم معاشروں میں مقیم مسلمان اقلیتوں کے لیے شریعت کی لچک اور وسعت کی ایک بہترین مثال ہے۔ روایتی فقہی نظام عام طور پر دارالاسلام کے تناظر میں مرتب کیا گیا تھا لیکن اکیسویں صدی کے جغرافیائی اور سیاسی تغیرات نے مسلم فقہاء کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ مسلم اقلیتوں کے مخصوص حالات کے لیے اصول وضع کریں۔ فقہ اقلیات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ غیر مسلم ممالک میں رہنے والے مسلمان اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے وہاں کے معاشرتی اور قانونی نظام کے ساتھ ایک مثبت توازن قائم کر سکیں (ندوی، 2018)۔ اس معاصر تشریح میں شریعت کے بنیادی ماخذ یعنی قرآن و سنت کے ابدی اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے مصلحت، رفق حرج اور ضرورت کے قواعد کے تحت احکامات میں لچک پیدا کی جاتی ہے۔ یہ فقہی طرز فکر مسلم اقلیتوں کو اجنبی ماحول میں تنہائی یا انتہا پسندی سے بچا کر ان کے لیے بقائے باہمی کے راستے ہموار کرتا ہے (امینی، 2021)۔ یوں فقہ اقلیات محض ایک عارضی حل نہیں ہے بلکہ یہ اسلامی قانون کے متحرک ہونے کا زندہ ثبوت ہے جو بدلتے ہوئے زمان و مکان کے مطابق انسانیت کی رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے۔

مسلم اقلیتی خواتین کے خاندانی، مذہبی اور معاشی حقوق کا شرعی تحفظ اس معاصر فقہی نظام کا ایک انتہائی اہم اور کثیر الجہتی پہلو ہے۔ غیر مسلم معاشروں میں مسلم خواتین کو اپنے عائلی حقوق، جیسے کہ نکاح کی شرعی حیثیت، شوہر سے علیحدگی یعنی طلاق یا خلع، اور طلاق کے بعد نفقہ اور بچوں کی پرورش کے حقوق کے حصول میں شدید پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ فقہ اقلیات ان خواتین کو یہ شرعی تحفظ فراہم کرتی ہے کہ اگر کسی ملک میں اسلامی عدالتیں موجود نہ ہوں تو وہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے مسلم اقلیتی کونسلوں یا معتبر فقہی اداروں سے رجوع کر سکتی ہیں (سعیدی، 2019)۔ مذہبی آزادی کے دائرے میں یہ فقہ مسلم خاتون کے حجاب، عبادت اور اپنے عقیدے پر عمل کرنے کے حق کا دفاع کرتی ہے اور اسے ایسے معاشرتی دباؤ کے خلاف شرعی بنیادیں فراہم کرتی ہے جو اس کی اسلامی شناخت کو مسخ کرنا چاہتے ہوں۔ معاشی خود مختاری کے حوالے سے شریعت نے اقلیتی خواتین کو تجارت، ملازمت اور جائیداد کی مالک بننے کا مستقل حق دیا ہے تاکہ وہ کسی بھی غیر موافق سماجی یا خاندانی

صورت حال میں معاشی طور پر محتاج نہ رہیں (اشرف، 2020)۔ اس طرح اسلامی شریعت کا یہ پہلو مسلم اقلیتی خواتین کو مظلومیت اور بے بسی کے حصار سے نکال کر ایک باوقار اور خود کفیل قانونی حیثیت عطا کرتا ہے۔

جدید فقہی اجتہادات کے میدان میں معاصر فقہاء نے غیر مسلم ممالک کے عرف یعنی مقامی رواج اور وہاں کے دیسی قوانین کے ساتھ مسلم خواتین کے توازن زندگی سے متعلق کئی اہم فتاویٰ صادر کیے ہیں۔ یورپی اور مغربی ممالک میں آباد مسلم خواتین کے روزمرہ مسائل کو حل کرنے کے لیے جدید فقہی مجالس نے عرف عام کو ایک معتبر قانونی اصول کے طور پر تسلیم کیا ہے، بشرطیکہ وہ شریعت کے کسی قطعی حکم سے نہ ٹکراتا ہو (شاہین، 2022)۔ مثال کے طور پر اگر کسی مغربی ملک کا قانون نکاح اور طلاق کی صرف عدالتی رجسٹریشن کو تسلیم کرتا ہے، تو جدید اجتہادات کے مطابق مسلم خواتین کے لیے ملکی قانون کے تحت عدالتی کارروائی مکمل کرنا لازم قرار دیا گیا ہے تاکہ ان کے سول حقوق محفوظ رہ سکیں۔ معاصر فقہاء کے فتاویٰ اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ مسلم اقلیتی خواتین اپنے میزبان ممالک کے ایسے قوانین سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں جو ان کے خاندانی اور معاشی تحفظ کو یقینی بناتے ہیں، خواہ ان کا طریقہ کار روایتی اسلامی طریقہ کار سے تھوڑا مختلف ہی کیوں نہ ہو (رحمانی، 2017)۔ یہ جدید اجتہادی رجحانات خواتین کو اپنے مذہبی عقیدے اور شہریت کے تقاضوں کے مابین پیدا ہونے والی کشمکش سے نجات دلانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

ان تمام معاصر فقہی کوششوں اور جدید اجتہادات کا گہرا تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ فقہ الاقلیات نے مسلم خواتین کے حقوق کو معاصر چیلنجز کے مطابق محفوظ بنانے کے لیے ایک بہترین علمی فریم ورک فراہم کیا ہے۔ یہ نظام مسلم خواتین کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ غیر مسلم ممالک کی سماجی اور معاشی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنے علم و ہنر کے ذریعے معاشرے کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں (خالد، 2024)۔ تاہم، اس کے ساتھ ہی یہ فقہ مسلم خواتین کو مغربی معاشرے کی ان اقدار سے دور رہنے کی تلقین بھی کرتی ہے جو اسلامی خاندانی نظام کے استحکام اور اخلاقی حدود کو پامال کرتی ہیں۔ نفاذ اور تفہیم کے اس توازن نے مسلم اقلیتی خواتین کو ایک ایسی فکری طاقت دی ہے جس کے ذریعے وہ اپنی اسلامی شناخت پر فخر کرتے ہوئے ایک سیکولر معاشرے کی کامیاب رکن بن سکتی ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ اسلامی فقہ الاقلیات اپنے چلچلدار اصولوں اور معاصر اجتہادات کے ذریعے تارکین وطن مسلم خواتین کے حقوق کی نگہبانی کا فریضہ بخوبی انجام دے رہی ہے اور ان کی زندگیوں کو سہل بنانے کے لیے نئی راہیں متعین کر رہی ہے۔

### تقابلی و تجزیاتی مطالعہ (Comparative & Analytical Study)

معاصر بین الاقوامی قانون اور اسلامی فقہ الاقلیات کے مابین مشترکہ نکات یعنی ہم آہنگی کے پہلوؤں کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دونوں نظام بنیادی انسانی حقوق اور انسانی وقار کے تحفظ پر متفق ہیں۔ بین الاقوامی قانونی ڈھانچہ صنف، رنگ اور نسل کی بنیاد پر عدم امتیاز کا علمبردار ہے جبکہ شریعت اسلامیہ کے بنیادی مقاصد بھی انسانی جان، مال اور آبرو کے تحفظ کے گرد گھومتے ہیں (صابر، 2021)۔ تارکین وطن خواتین کے حوالے سے دونوں نظام اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ خواتین کو معاشرے میں تحفظ فراہم کیا جائے اور انہیں کسی بھی قسم کے جبر یا استحصال کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ مثال کے طور پر گھریلو تشدد کے خلاف مروجہ عالمی قوانین اور شریعت کے احکامات میں مکمل یکسانیت پائی جاتی ہے کیونکہ اسلام عورت پر کسی بھی نوعیت کے ظلم کی سختی سے ممانعت کرتا ہے (صدیق، 2025)۔ تعلیم اور صحت کی سہولیات تک رسائی کے معاملے میں بھی دونوں دائرے ایک ہی نقطہ نظر کے حامل ہیں جہاں میزبان ملک کی یہ قانونی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تارکین وطن خواتین کو

بنیادی حقوق فراہم کرے اور اسلامی اصول بھی خواتین کی فلاح و بہبود اور علمی ترقی کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ یوں نظریاتی سطح پر دونوں نظاموں کا حتمی مقصد ایک پر امن اور انصاف پسند معاشرے کا قیام ہے۔

دوسری طرف، اختلافی یا چیلنجنگ نکات کا مطالعہ ان دائروں کو بے نقاب کرتا ہے جہاں بین الاقوامی قانون اور اسلامی فقہ اقلیات کے مابین واضح فرق اور ثقافتی تصادم پایا جاتا ہے۔ یہ تضاد سب سے زیادہ خاندانی قوانین یعنی عائلی قوانین کے دائرے میں ابھر کر سامنے آتا ہے جہاں مغربی ممالک کے لبرل قوانین اور شریعت کے احکامات میں بنیادی نوعیت کا اختلاف موجود ہے (چودھری، 2020)۔ مثال کے طور پر وراثت کے شرعی حصے، طلاق کے بعد نفقہ کی مدت، بچوں کی حضانت یعنی تحویل کے قوانین اور کثیر الازدواجی جیسے معاملات پر بین الاقوامی سیکولر قوانین کا نکتہ نظر اسلامی ضابطوں سے میل نہیں کھاتا۔ تحفظ اقدار کے معاملے میں مغربی معاشرے کا انفرادی آزادی کا تصور بسا اوقات مسلم خاندانی ڈھانچے کے اجتماعی اخلاقی تصور سے ٹکراتا ہے جس کے نتیجے میں تارکین وطن مسلم خواتین کو شدید تہذیبی کشمکش کا سامنا کرنا پڑتا ہے (ہاشمی، 2022)۔ جب میزبان ممالک کے قوانین ایسی آزادیوں کو قانونی تحفظ دیتے ہیں جنہیں شریعت میں ناپسندیدہ یا ممنوع قرار دیا گیا ہو تو وہاں دونوں نظاموں کے درمیان ایک خلیج پیدا ہو جاتی ہے جو تارکین وطن خواتین کے لیے قانونی اور مذہبی سطح پر پیچیدگیوں کا پیدا کرتی ہے۔

ان دونوں متوازی نظاموں کے گہرے تجزیے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایک مسلم تارکین وطن خاتون اپنے مذہبی تشخص اور ملکی قانون کے مابین ایک معقول اور پائیدار توازن برقرار رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ فقہ اقلیات کا پورا فلسفہ ہی اس لچک پر قائم ہے کہ مسلمان خاتون ملکی قوانین کا احترام کرتے ہوئے اپنے بنیادی عقائد پر کاربند رہے (منظور، 2023)۔ اس توازن کو حاصل کرنے کے لیے مسلم خواتین کو یہ طریقہ کار اپنانا چاہیے کہ وہ ان تمام سول اور معاشی حقوق سے بھرپور فائدہ اٹھائیں جو بین الاقوامی قوانین انہیں فراہم کرتے ہیں، جیسے کہ تعلیم اور ملازمت کے حقوق، کیونکہ یہ حقوق شریعت سے متصادم نہیں ہیں۔ عائلی قوانین کے معاملے میں جہاں دونوں نظاموں میں تضاد ہوتا ہے، وہاں تارکین وطن خواتین کو ملکی عدالتوں کے ساتھ ساتھ مقامی مسلم کونسلوں کی ثالثی سے مدد لینا چاہیے تاکہ ان کے فیصلے شرعی اور قانونی دونوں لحاظ سے معتبر ہوں (فاروقی، 2019)۔ یہ رویہ ان خواتین کو معاشرتی تنہائی سے بھی بچاتا ہے اور ان کی اسلامی شناخت کو بھی برقرار رکھتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ معاصر بین الاقوامی قانون اور اسلامی فقہ اقلیات کو ایک دوسرے کا حریف سمجھنے کے بجائے ان کے درمیان موجود مصلحت کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ تارکین وطن مسلم خواتین کو درپیش چیلنجز کا حل اس بات میں پنہاں ہے کہ وہ دونوں نظاموں کے مثبت اور تعمیری پہلوؤں کو یکجا کر کے اپنی زندگی کا حصہ بنائیں (احمد، 2024)۔ معاصر فقہاء اور قانونی ماہرین کے مابین جاری مکالمہ اس الجھن کو سلجھانے میں مسلسل مددگار ثابت ہو رہا ہے اور ایسی اجتہادی راہیں متعین کی جا رہی ہیں جو مسلم اقلیتوں کے حقوق کو تحفظ دیتی ہیں۔ اگر تارکین وطن خواتین حکمت عملی اور شرعی رخصتوں کے اصولوں سے واقف ہوں تو وہ میزبان ملک کی ایک قانون پسند شہری بننے کے ساتھ ساتھ اپنی اسلامی اقدار کی سچی پاسدار بھی بن سکتی ہیں۔ یہ تقابلی مطالعہ ہمیں اسی متوازن اور صلح جویانہ طرز فکر کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے جو معاصر دنیا میں مسلم اقلیتوں کی بقا کے لیے ناگزیر ہے۔

### نتیجہ (Conclusion)

معاصر بین الاقوامی قانونی ڈھانچے اور اسلامی فقہ اقلیات کے تناظر میں تارکین وطن مسلم خواتین کے حقوق کا یہ تقابلی و تجرباتی مطالعہ کئی اہم علمی نتائج پر اصرار کرتا ہے۔ تحقیق کے خلا سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ تارکین وطن خواتین محض ایک معاشی اکائی نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مخصوص تہذیبی اور مذہبی تشخص کی حامل ہیں جس کا احترام مروجہ عالمی قوانین اور میزبان ممالک دونوں پر لازم ہے۔ بین

الاقوامی قوانین جہاں صنف کی بنیاد پر عدم امتیاز، تعلیم، صحت اور روزگار کے یکساں مواقع کی کاغذی ضمانت دیتے ہیں، وہیں عملی میدان میں نفاذ کی کمزوریاں اور بیوروکریسی کے پیچیدہ رویے ان خواتین کو استحصال کا شکار بنا دیتے ہیں۔ دوسری طرف اسلامی فقہ الاقلیات اپنے لچکدار اصولوں، مصلحت اور رفع حرج کے قواعد کے ذریعے ان اقلیتی خواتین کو ایک ایسا متوازن فریم ورک فراہم کرتی ہے جس کے تحت وہ ملکی قوانین کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے عائلی اور مذہبی حقوق کا تحفظ کر سکتی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان دونوں متوازی نظاموں کے مابین حریفانہ کشمکش پیدا کرنے کے بجائے ان کے مشترکہ نکات، جیسے کہ انسانی وقار اور تحفظ ذات، کو بنیاد بنا کر ایک صلح جویمانہ راستہ اختیار کرنا ہی معاصر دنیا میں تارکین وطن خواتین کی بقا اور کامیابی کا واحد ذریعہ ہے۔

### سفارشات (Recommendations)

اس تفصیلی علمی جائزے کی روشنی میں تارکین وطن مسلم خواتین کے حقوق کے بہتر اور مؤثر تحفظ کے لیے درج ذیل عملی تجاویز پیش کی جاتی ہیں جن پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

- عالمی اداروں کے لیے تجاویز: اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کے عالمی اداروں کو چاہیے کہ وہ تارکین وطن خواتین کے حقوق کے کنونشنز کو محض سیکولر یا معاشی عینک سے دیکھنے کے بجائے ان کے مذہبی اور ثقافتی پس منظر کے ساتھ مربوط کریں۔ ان اداروں کو میزبان ممالک میں ایک ایسا مانیٹرنگ نظام قائم کرنا چاہیے جو یہ یقینی بنائے کہ مسلم خواتین کو حجاب، مذہبی شعائر اور خاندانی اقدار کی وجہ سے ملازمت یا تعلیم کے میدان میں کسی قسم کے امتیازی سلوک کا سامنا نہ کرنا پڑے۔
- مسلم ممالک کے لیے تجاویز: مسلم ممالک کی حکومتوں اور ان کے سفارت خانوں کو غیر مسلم ممالک میں مقیم اپنے تارکین وطن شہریوں، بالخصوص خواتین، کے لیے قانونی مشاورتی ڈیسک قائم کرنے چاہئیں۔ یہ ڈیسک ان خواتین کو میزبان ملک کے عائلی قوانین اور ان کے شرعی حقوق کے مابین توازن قائم کرنے کے لیے مفت قانونی و شرعی امداد فراہم کریں تاکہ وہ کسی بھی خاندانی تنازع کی صورت میں بے یار و مددگار نہ رہیں۔
- اقلیتی کونسلوں کے لیے تجاویز: غیر مسلم ممالک میں کام کرنے والی اسلامی کونسلوں اور دارالقضاء کے اداروں کو اپنے روایتی طریقوں میں جدت لانی چاہیے اور ملکی عائلی قوانین کے ماہرین کو اپنے بینٹل میں شامل کرنا چاہیے۔ ان کونسلوں کو ایسی معتدل اور اجتہادی راہیں نکالنی چاہئیں جو مسلم خواتین کے نکاح، طلاق اور حضانت کے مسائل کو ملکی قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اس طرح حل کریں کہ شریعت کے بنیادی احکامات پر بھی آنچ نہ آئے۔

### حوالہ جات (References)

- احمد، جاوید۔ (2024)۔ معاصر عالمی قوانین اور اسلامی شریعت کا تہذیبی مکالمہ۔ مجلہ فسر اسلامی، (2) 11، 74-55۔
- اشرف، محمد علی۔ (2020)۔ معاصر دنیا میں مسلم اقلیتوں کے معاشی اور معاشرتی حقوق۔ مجلہ فقہ و قانون، (2) 8، 84-65۔
- اصلاحی، شرف الدین۔ (2018)۔ غیر مسلم معاشروں میں مسلم خواتین کے سماجی اور قانونی مسائل۔ مجلہ شریعہ و قانون، (3) 12، 68-45۔
- اقبال، ظفر۔ (2022)۔ بین الاقوامی معاہدات اور مقامی قوانین کا تصادم: تارکین وطن کے حقوق کا ایک مطالعہ۔ مجلہ قانون و معاشرہ، (2) 15، 95-77۔

- ایمنی، مفتی عبدالرشید۔ (2021)۔ فقہ الاقلیات: اصول، مباحث اور معاصر اطرافات۔ ادارہ اسلامیات۔
- بحر العلوم، محمد۔ (2023)۔ بین الاقوامی انسانی حقوق اور اسلامی قانون کا تقابلی مطالعہ۔ تحقیقات اسلامی، (1) 42، 34-15۔
- چودھری، محمد ارشد۔ (2020)۔ مغربی عالمی قوانین اور مسلم معاشرہ: ایک تقابلی جائزہ۔ قانونی پبلیکیشنز۔
- خالد، ڈاکٹر نادیہ۔ (2024)۔ مغربی معاشرے میں مسلم خواتین کا خاندانی استحکام: جدید فتاویٰ کا مطالعہ۔ سہ ماہی التفسیر، (1) 19، 45-62۔
- خان، امان اللہ۔ (2021)۔ اقوام متحدہ اور انسانی حقوق: عالمی کنونشنز کا تنقیدی جائزہ۔ مقتدرہ قومی زبان۔
- رضوی، سید اسد۔ (2023)۔ تارکین وطن خواتین کے صحت اور تعلیمی حقوق: عالمی تناظر۔ سہ ماہی المشرق، (1) 31، 58-40۔
- رحمان، ضیاء الرحمن۔ (2025)۔ معاصر عالمی ہجرت اور انسانی حقوق کا بحران۔ جبرئل آف پالیسی اسٹڈیز، (3) 21، 135-112۔
- رحمانی، خالد سیف اللہ۔ (2017)۔ جدید فقہی مسائل اور ملت اسلامیہ کے چیلنجز۔ زم زم پبلشرز۔
- شاہ، نسیم حسن۔ (2018)۔ بین الاقوامی قانون اور انسانی حقوق کے معاصر مظاہر۔ قانونی کتب خانہ۔
- شاہین، محمد طارق۔ (2022)۔ عرف کی فقہی حیثیت اور معاصر اقلیتی معاشروں میں اس کا نفاذ۔ پاکستانی جبرئل آف شریعہ اسٹڈیز، (2) 29، 110-88۔
- صابر، ڈاکٹر عائشہ۔ (2021)۔ انسانی حقوق کا عالمی چارٹر اور مقاصد الشریعہ: مشترکات کا مطالعہ۔ سہ ماہی المعارف، (3) 28، 101-123۔
- صدیق، محمد سلمان۔ (2025)۔ غیر مسلم ممالک میں مسلم خواتین کے قانونی تحفظات کا تجزیہ۔ جبرئل آف اسلامک لاء، (1) 16، 60-42۔
- صدیقی، محمد زبیر۔ (2019)۔ سیڈو کنونشن اور مسلم ممالک کے تحفظات: ایک تجزیاتی مطالعہ۔ مجلہ معارف اسلامیہ، (4) 36، 173-150۔
- ظفر، سمیرہ۔ (2020)۔ مغربی قوانین اور مسلم عالمی نظام: تارکین وطن خواتین کا قانونی منظر نامہ۔ سہ ماہی فنکر و نظرس، (2) 57، 89-112۔
- عثمانی، محمد تقی۔ (2017)۔ معاصر فقہی مسائل اور ان کا شرعی حل۔ مکتبہ معارف القرآن۔
- عمری، جلال الدین۔ (2021)۔ غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتیں: حقوق اور ذمہ داریاں۔ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز۔
- غازی، محمود احمد۔ (2011)۔ محاضرات شریعت۔ الفیصل ناشران و تاجران کتب۔
- فاروقی، مفتی احسان اللہ۔ (2019)۔ مسلم اقلیتوں کے عالمی مسائل اور دارالقضاء کا کردار۔ ایچ ایم سعید کمپنی۔
- فاطمہ، عائشہ۔ (2024)۔ عالمی قانونی ڈھانچہ اور اقلیتوں کا تحفظ: اکیسویں صدی کے چیلنجز۔ پاکستانی فورم برائے بین الاقوامی امور، (2) 10، 104-85۔

- قرضاوی، یوسف۔ (2015)۔ غیر مسلم معاشرے میں اسلامی زندگی: فقہ الاقلیات کے اصول و ضوابط (مترجم: خالد سیف اللہ رحمانی)۔ ایفا پبلیکیشنز۔
- فلاحی، عبید اللہ۔ (2019)۔ فقہ الاقلیات اور جدید اجتہادی رجحانات: ایک تجزیاتی مطالعہ۔ مجلہ علوم اسلامیہ، (2) 25-120-145۔
- گیلانی، سید ریاض الحسن۔ (2016)۔ بین الاقوامی قانون کے جدید رجحانات اور خواتین کے حقوق۔ نوبل پبلشرز۔
- منظور، طارق۔ (2023)۔ فقہ الاقلیات اور معاصر مسلم خواتین کی سماجی ذمہ داریاں۔ تحقیقات شرعیہ، (4) 32-145-168۔
- ندوی، شمس الہدیٰ۔ (2018)۔ غیر مسلم ممالک میں اسلامی قانون کی لچک: ایک اصولی بحث۔ جرنل آف اسلامک ہسٹری اینڈ فقہ، (3) 14-125-102۔
- نعمانی، عاصم۔ (2022)۔ یورپ میں مسلم خواتین کو درپیش سماجی و مذہبی چیلنجز: ایک عمرانی جائزہ۔ پاکستانی جرنل آف سوشل سائنسز، (4) 18-225-201۔
- ہاشمی، سید عمر۔ (2022)۔ مغرب میں ثقافتی تصادم اور مسلم تشخص کا تحفظ۔ مجلہ علوم اسلامیہ، (2) 27-98-80۔